سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۰۲

راہِ محبت اور اُس کے حقوق

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال، کراچی پاکستان
www.khanqah.org

به فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نیازوں کے
به اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: راہِ محبت اور اُس کے حقوق

نامِ واعِظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت ظلّھم علینا آلیٰ مأۃٍ وّ عشرِینَ سنۃً

تاریخِ وعظ: ۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۹۱ء، بروز جمعۃ المبارک، بوقت گیارہ بجے صبح

مقام: مسجدِ اشرف، گلشن اقبال کراچی

موضوع: اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے حاصل ہو؟

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادم خاص حضرت والا دامت برکاتہم

کمپوزنگ: مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعت اوّل: رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ مطابق اگست ۲۰۱۲ء

تعداد: ۲۲۰۰

ناشر: کُتب خانہ مظہری

گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

راہِ محبت اور اُس کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۶۵)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ،

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ

(سنن الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدۃ التسبیح بالید، ج:۲، ص:۱۸۷)

پچھلے جمعہ کو میں نے کہا تھا کہ شاید میں اگلے جمعہ کو یہاں نہ ہوں، ڈھاکہ سے دعوت نامہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں وہاں دس سال سے جا رہا ہوں، وہ بڑی محبت سے مجھے بلاتے ہیں اور بہت محبت سے میری باتوں کو سنتے ہیں۔ اتنا بڑا مجمع اور میرے اتنے دوست پوری دنیا میں کہیں نہیں ہیں۔ اگر آپ کبھی میرے ساتھ وہاں کا سفر کریں تو دیکھیں گے کہ بڑے بڑے علماء جو بخاری شریف پڑھا رہے ہیں میرے سامنے اس طرح ادب سے بیٹھتے ہیں جیسے یہاں کے طالب علم بیٹھتے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ وہ میرا ادب کرتے ہیں جبکہ وہ خود بڑے عالم ہیں۔

دین کا کام اللہ کی مہربانی سے ہوتا ہے، قابلیت سے نہیں

بس اللہ کی طرف سے بات ہوتی ہے، جس زمین پر اللہ کو کسی سے کام

لینا ہوتا ہے تو اس بستی والوں کے دل میں اس مبلغ ومقرر وخادمِ دین کے لئے حسنِ ظن، نیک گمان اور محبت ڈال دیتا ہے۔ سب معاملہ اُدھر سے ہے ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

لہٰذا یہ فخر کی بات نہیں ہے کہ وہاں میرا بہت زیادہ کام ہوتا ہے، اس میں میری قابلیت کو دخل نہیں ہے، اگر میری استعداد وقابلیت کو دخل ہوتا تو وہ قابلیت یہاں بھی کام کرتی، ہر جگہ کام کرتی لیکن بعض بستیوں میں کوئی پوچھتا تک نہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب جب ہندوستان سے لاہور تشریف لائے تو مشکل سے دو چار آدمی آتے تھے اور جب کراچی آئے تو مجمع کے لیے شامیانہ لگنے لگا، اتنا بڑا مجمع ہوگیا۔ تو میرے دوست مرحوم حبیب الحسن خان شیروانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی! بس اللہ کام لیتا ہے جبھی کام ہوتا ہے، اللہ کی عطا کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے، اللہ کی مہربانی اور رحمت کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ شرطِ قابلیت اس کی عطا ہے۔

اعمال بغیر قبولیت کے بے وزن اور بے کار ہیں

اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ؎

پیا جس کو چاہے سُہاگن وہی ہے

عورت کتنی ہی حسین ہو لیکن اگر شوہر کی نظروں میں نہیں جچتی تو بیچاری تعجب کرتی ہے کہ مجھ سے بھی خراب شکل کی پڑوسن ہے، اسے تو اس کا شوہر ہر وقت پیار کرتا ہے اور میں اتنی حسین ہوں مگر میرا شوہر مجھے پوچھتا ہی نہیں۔ لہٰذا جس کو شوہر پیار کرے سُہاگن وہی ہے، اسی طرح جس کو اللہ پیار کرے بندہ وہی ہے، اگرچہ تمام خوبیاں ہوں لیکن اللہ کے یہاں قبول نہ ہوں، فِیْہِ نَظَرٌ ہوں، اللہ کو پسند نہ ہوں، ہمارے روزے، ہماری نمازیں، ہمارے مدرسے، ہماری تلاوت، ہمارا

ذکر اللہ کو پسند نہ ہو تو سب بیکار ہے۔ اگر اعمال قبول نہیں ہیں تو ان میں کوئی وزن نہیں ہے۔ بس محنت ہی محنت ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شان

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شان تو دیکھئے کہ ایک حدیث:

((طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا))

(سنن ابن ماجۃ، کتاب الآدب، باب الاستغفار)

مبارک ہیں وہ بندے جو قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال میں کثرت سے استغفار پائیں گے، کی کیا عمدہ شرح کرتے ہیں، اللہ محدثین کو کیسی عقل عطا فرماتے ہیں، ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نامۂ اعمال میں استغفار پانے کا کیا مطلب ہے؟ جب اس نے استغفار کیا تو نامۂ اعمال میں ضرور ملنا چاہیے لیکن یہاں پانے کی شرط کیوں ہے؟ وَجَدَ کیوں ہے؟ اِسْتَغْفَرَ کیوں نہیں ہے؟ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو استغفار کیا ہے قیامت کے دن اس کو پانے کی قید اس لئے لگائی کہ پائے گا تو جب ہی جب قبول ہوگا، اگر قبول نہیں ہوا تو پائے گا بھی نہیں اور قبول جب ہوگا جب اخلاص کے ساتھ استغفار کرے گا، لہٰذا اخلاص کے ساتھ اللہ سے مغفرت مانگئے۔

راہِ محبت کے حقوق

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہم پر فرض ہے، ماں باپ کو خوش کرنا ہم پر اخلاقی فرض ہے، شاگرد کا استاد کو خوش رکھنا اخلاقی فرض ہے اور سچے مرید پر اخلاقی طور پر فرض ہے کہ وہ اپنے شیخ کو کبھی ناراض نہ کرے، چاہے کتنے ہی جذبات ہوں، کتنا ہی غصے کا گھونٹ پینا پڑے، کتنا ہی کسی سے نفرت اور بغض ہو لیکن اگر شیخ کہہ دے: خبر دار! اس بھنگی سے محبت کرو، اس کے پیر دباؤ تو جو اصلی مرید ہوگا وہ اس بھنگی کے پیر دبائے گا، دل میں خیال بھی نہیں لائے گا کہ میں اتنا

عظیم الشان ہوں اور میرے اندر اتنی خوبیاں ہیں اور شیخ مجھ سے بھنگیوں کے پیر دبوا رہا ہے۔ یاد رکھو! یہ راستہ محبت کا راستہ ہے، عقل پرستی کا نہیں ہے۔

حکایت مجنوں سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا سبق

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجنوں کہہ رہا تھا اور اصل میں مجنوں کیا کہتا یہ تو مولانا رومی کا علم ہے، اشعار تو انہی کے ہیں مگر سمجھانے کے لیے اپنے مضمون کو کسی سے منسوب کر دیتے ہیں چنانچہ اپنا یہ عارفانہ کلام، اپنی معرفت کی باتیں مجنوں کی طرف منسوب کر کے بیان کر رہے ہیں اور ہمیں اور آپ کو محبت سکھا رہے ہیں کہ مدینہ پاک کی محبت، مکہ شریف کی محبت، شیخ کی محبت، شیخ کے گھر والوں کی محبت، شیخ کے شہر کی محبت ہم اور آپ کس طرح سے سیکھیں۔ تو مجنوں کا نام لے کر فرماتے ہیں کہ ایک دن مجنوں کہہ رہا تھا ؎

آں سگے کو گشت در کویش مقیم

جو کتّا میری لیلیٰ کی گلی میں مقیم ہے، مقیم معنی ٹھہرنے والا، مسافر اور مقیم میں فرق ہوتا ہے، تو جو کتّا میرے محبوب کی گلی میں اقامت رکھتا ہے وہ قیامت کی قامت رکھتا ہے، کیونکہ ؎

خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم

اس کے پیر کی خاک میرے نزدیک بڑے بڑے شیروں سے افضل ہے ؎

آں سگے کو باشد اندر کوئے او
من بہ شیراں کے دہم یک موئے او

وہ کتا جو میرے محبوب کی گلی میں رہتا ہے میں شیروں کو اس کتے کا ایک بال بھی نہیں دے سکتا۔ تو کتے کو ایسی کیا نسبت ہے؟ بس یہ نسبت ہے کہ وہ اس کی لیلیٰ کی گلی کا رہنے والا ہے۔ کیوں صاحب! یہ بتائیے کہ اگر ایک کتّے کے گلے میں پٹہ ڈلا ہو کہ یہ وزیر اعظم کا کتا ہے اور وہ آپ کی گلی میں آ جائے اور گھبرا کر آپ

کے گھر میں گھس جائے تو کیا آپ کی ہمت ہوگی اسے مارنے کی؟ وزیراعظم کے خوف سے کوئی اس کتے کو کچھ نہیں کہے گا اور وزیراعظم کا خوف ہے محبت نہیں ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ مجنوں کے لیے لیلیٰ بھی وزیراعظم سے کم نہیں لہٰذا محبت میں عاشق کو اپنا محبوب وزیراعظم سے کم معلوم نہیں ہوتا۔ تو مولانا رومی نسبت کی بات کررہے ہیں کہ دیکھو اس مجنوں سے محبت سیکھو کہ وہ ظالم ایک کتّے کے بارے میں کہہ رہا ہے ؎

آں سگے کو گشت درکویش مقیم

جو کتّا میری لیلیٰ کی گلی میں رہتا ہے، جو کتا میری لیلیٰ کی گلی کا مقیم ہے ؎

خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم

اس کے پیر کی خاک میرے نزدیک بڑے بڑے شیروں سے افضل ہے، لیکن یہ عاشق کے نزدیک ہے، منافق کے نزدیک نہیں ہے، فاسق کے نزدیک نہیں ہے۔ اللہ کے کعبہ کا ایک ایک ذرّہ محترم ہے، مدینۂ پاک کی گلیوں کا ایک ایک ذرّہ محترم ہے، لیکن کس کے لیے؟ جو اللہ اور رسول کے عاشق ہیں لیکن کافر، مشرک، یہودی اور منافق اس بات کو کیا جانیں، انہیں کیا پتا کہ یہاں کیا چیز ہے؟ مولانا رومی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ ہمیں اللہ والوں کی محبت، بیت اللہ کی محبت، مدینۂ پاک کی محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، شیخ کی محبت اور استاد کا ادب سکھا رہے ہیں کہ دیکھو اپنے بڑوں کا ایسا ادب کرنا چاہیے۔

اب سوچ لو کہ ہمیں اپنے مولیٰ سے کیسی محبت ہونی چاہیے۔ مولیٰ کی محبت کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ لیلیٰ کی محبت سے سمجھا رہے ہیں، مردہ سے زندہ حقیقی تک لے جا رہے ہیں، مجاز سے حقیقت کی طرف لے جا رہے ہیں، یہ مولانا رومی ہی کا کمال ہے، وہ مثالوں کے بادشاہ ہیں۔ جیسے چھوٹے بچے کو لڈو دے کر مدرسہ بھیجا جاتا ہے۔ آپ بتائیے کہ مدرسے کا علم اور لڈو کی قیمت برابر ہے؟

آٹھ آنے کی ایک ٹافی دی جائے کہ نورانی قاعدہ پڑھ کر آجاؤ تو کیا ایک ٹافی اور قاعدہ کا علم برابر ہوجائے گا؟ یہ مولانا رومی کا کمال ہے کہ حسنِ لیلیٰ کو پیش کر کے مولیٰ سے ملاتے ہیں، حسنِ لیلیٰ کی ٹافی دکھا کر لذتِ وصلِ مولیٰ دِلاتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ آج کل کے لوگ رومانٹک قسم کے ہیں، بحر اٹلانٹک میں غرق ہیں اس لیے ان کو نکالنے کے لیے ٹافیاں دکھاتے ہیں لیکن جب مولیٰ سے ملا دیتے ہیں تو پھر لیلاؤں کے حسن سے نفرت ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوجاتی ہے۔

مجنوں کی دوسری حکایت سے ذکر اللہ اور عشقِ مولیٰ کا سبق

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک دن مجنوں دریا کے کنارے ریت پر اپنی انگلیوں سے لیلیٰ لیلیٰ لکھ رہا تھا۔ ایک مسافر وہاں سے گذر رہا تھا، جب اس نے دیکھا کہ یہ پاگلوں کی طرح کچھ لکھ رہا ہے تو اس نے پوچھا کہ ؎

گفت اے مجنونِ شیدا چیست ایں؟

اے عاشق اور پاگل مجنوں! یہ کیا کر رہا ہے؟

می نویسی نامہ بہرِ کیست ایں؟

تو یہ خط کس کو لکھ رہا ہے؟ ؎

ریگ کاغذ بود، انگشتہ قلم

تو نے ریت کو کاغذ اور انگلیوں کو قلم بنا رکھا ہے، تو اس نے جواب دیا کہ بتاؤں میں کیا کر رہا ہوں؟ ؎

گفت مشق نامِ لیلیٰ می کنم

میں لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں۔ مسافر نے پوچھا: کیوں؟ کہا کہ جب میں لیلیٰ کو نہیں دیکھ پاتا تو اس کے نام کی مشق کرتا ہوں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب تم مولیٰ کو دیکھ نہیں سکتے تو اس کے نام کا ذکر کرو اللہ اللہ کرو۔ لہٰذا فرمایا ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہرِ او اولیٰ بود

اللہ تعالیٰ کی محبت لیلیٰ کی محبت سے کیسے کم ہوسکتی ہے؟ ؎

مثل لیلیٰ در جہاں بسیار بود

دنیا میں ہزاروں ایسی لیلائیں پڑی ہوئی ہیں جو ایک سے بڑھ کر ایک ہیں لیکن ؎

پاک از مثل آمدہ مولائے ما

میرے مولیٰ کا کوئی مثل نہیں۔ سورہ اخلاص میں اللہ پاک فرماتے ہیں وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ، اللہ کا کوئی برابری کرنے والا اور ساجھی نہیں ہے۔ کہاں مردہ اور کہاں اللہ؟ اگر مجنوں لیلیٰ کی قبر کو تین چار دن کے بعد کھود کر دیکھتا تو اپنے عشقِ لیلیٰ پر اتنا روتا کہ آنسو خشک ہوجاتے اور آنکھوں سے خون بہتا اور کہتا کہ ہائے میں نے زندگی کو ضائع کردیا، اس پر ندامت طاری ہوجاتی۔ جسم کی محبت، صورتوں کی محبت ہمیشہ ندامت پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ بگڑنے والی شکلیں ہیں، یکساں رہنے والی نہیں ہیں، بچپن میں شکل اور ہوتی ہے اور جوانی میں اور بڑھاپے میں اور۔ جغرافیہ بدلتا ہے تو عشق کی تاریخ بھی بدل جاتی ہے ؎

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

مرنے کے بعد عشق کی تاریخ بدل جاتی ہے۔ اگر ہم لوگ ان حسینوں کو قبروں میں دیکھ لیں تو دیوانِ غالبؔ اور دیوانِ میر تقی میرؔ کو دفن کردیا جائے ؎

نازکی اس کے لب کی کیا کہیئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

قبر میں دیکھو کہ وہ پنکھڑی کیا ہوئی، اس میں کیڑے چل رہے ہیں، یہ سب دھوکہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی غلامی سے آزادی کا نتیجہ

یاد رکھو! حسن بھی قیامت ہے اور عشق بھی قیامت ہے مگر خدا عشقِ مجازی سے بچائے، نفس کی ایسی ڈیمانڈ کو پورا کرنے سے بچائے۔ اس کو خوب سمجھ لیں کہ جس نے نفس دُشمن کے حرام تقاضوں پر عمل کیا، جس کا مشیر دُشمن ہو یا وزیر دُشمن ہو تو سمجھ لیں اس کی خیریت نہیں ہے، لہٰذا جو اپنے نفس کے گندے تقاضوں پر عمل کرتا ہے وہ سانڈ کی طرح آزاد زندگی گذارتا ہے اور اس کا حشر بھی سانڈ کی طرح ہوتا ہے۔ آپ نے گاؤں میں دیکھا ہوگا کہ سانڈ کا سارا جسم زخموں سے چھلنی ہوتا ہے، اُسے ہر کھیت میں منہ ڈالنے کا مزہ تو آتا ہے، نفس کی ہر خواہش پر عمل کرنے کا مزہ تو آتا ہے لیکن اس پر لاٹھیاں بھی اتنی برستی ہیں کہ ساری کھال زخمی ہوجاتی ہے، بیماری میں کوئی اس کو پوچھنے والا نہیں ہوتا اور مرنے کے بعد اس کو چیل کوّے کھا جاتے ہیں، یہ ہے آزادی کا نتیجہ۔ اسی طرح جو لوگ اللہ کی غلامی سے آزاد ہیں اور نفس کی غلامی کرتے ہیں تو بس سمجھ لیں کہ اللہ کی رحمت بھی ان سے ایسے ہی الگ رہتی ہے۔

حسنِ مجازی کے فریب کی مثال

تو دوستو! میں عرض کر رہا ہوں کہ صورتوں سے دل مت لگاؤ، جو شخص صورتوں کے چکر میں آیا اللہ سے محروم ہوگیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جیسے چودھویں کے چاند کا عکس دریا میں پڑ رہا ہو اور کوئی بے وقوف کہے کہ ارے بھائی! سنتے ہیں کہ چاند تو ڈھائی لاکھ میل دور ہے، ڈھائی لاکھ میل دور کون جائے، اب تو چاند دریا میں آگیا ہے اور وہ تیرنا بھی جانتا ہو اور چاند کو حاصل کرنے کے لیے ایک جست لگادے تو کیا وہ چاند کو پالے گا؟ ہرگز نہیں پائے گا کیونکہ وہ تو چاند کا عکس تھا، عکس ہمیشہ آبِ مصفّٰی یعنی صاف پانی پر ظاہر ہوتا

ہے۔ جب اس کے پیروں کی ایڑیوں سے پانی ہل گیا اور نیچے کا پانی اوپر آنے سے زمین کی مٹی اوپر آ گئی اور پانی گدلا ہوگیا تو وہ عکس بھی غائب ہوگیا، چونکہ نظر برعکس ہوگئی تھی یعنی اوپر کے بجائے نیچے ہوگئی تھی لہٰذا عکس بھی جاتا رہا اور اصل سے بھی محروم رہا، کیونکہ اس نے عکس سے عشق لگایا تھا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

کچھ بھی نہ پایا، زندگی غارت ہوگئی۔ اس لیے صورتوں کو مت دیکھو، ان پر ان کے مالک کے حسن کا تھوڑا تھوڑا عکس ہے۔ اِدھر دیکھو بھی مت، اوپر دیکھو جو اصل ہے، اللہ کو دیکھو، اللہ سے دل لگاؤ، ان شاء اللہ اللہ کو پا کر ساری نعمتیں مل جائیں گی۔

اہل اللہ کے انوار و برکات

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے ولی اللہ کی زبان سے جو کچھ بھی نکلتا ہے اس میں نور ہوتا ہے چاہے وہ مجنوں کا نام لیں، چاہے لیلیٰ کا نام لیں۔ یہ سمجھ لیجیے کہ جس کے دل میں اللہ کا نور ہوتا ہے، اس کی زبان میں، اس کی تقریر میں، اس کی تحریر میں، اس کی تصنیف میں، اس کے کُرتے میں، اُس کے مصلّے میں، اس کی سجدہ گاہ میں، اس کے مکان میں، اس کی گلی میں، اُس کے شہر میں، سب میں برکت ہوتی ہے۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَوْ اَنَّ وَلِيًّا مِّنْ اَوْلِيَآءِ اللّٰهِ مَرَّ بِبَلْدَةٍ اگر اللہ کا کوئی ولی کسی شہر سے گذر جائے گو اس کو وہاں ٹھہرنے کا موقع نہ ملے، رات ہی رات میں گذر گیا، لَنَالَ بَرَكَةَ مُرُوْرِهٖ اَهْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ تو اس شہر کے لوگ اس کے گذرنے کی برکتوں سے محروم نہیں رہیں گے کیونکہ اولیاء اللہ کے نور کی اللہ پاک کی طرف نسبت ہے، جتنے اللہ بڑے ہیں، اتنی ہی ان کی نسبت بڑی ہے، لہٰذا اللہ والوں کی نسبت کی عظمت کو سوچو کہ ان کو نسبت کس عظیم ذات سے ہے۔ لہٰذا اسی نسبت کی وجہ سے ہم اللہ والوں کا ادب کرتے ہیں۔

شیخ کے ادب کی تلقین

الحمدللہ! اختر اپنے شیخ کا اتنا ادب کرتا ہے جتنا رعایا وزیر اعظم کا ادب کرتی ہے بلکہ میں اس سے بھی زیادہ اپنے شیخ کا ادب کرتا ہوں، مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کی عظمت کو میں اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں اور ان کے حقوق ادا کرنے کی فکر رکھتا ہوں کہ میرے شیخ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اللہ والوں کے مقابلے میں بادشاہ یا وزیر اعظم کی کیا حیثیت ہے؟ ہمارے بادشاہ، ہمارے وزیر اعظم، ہمارے چیف کمانڈر، ہمارے سب کچھ ہمارے شیخ ہی ہیں۔ جب شیخ ہمارے یہاں تشریف لاتے ہیں تو ہم ان کی نظر عنایت کو اپنی مغفرت کا سامان سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے محسن ہیں، ہمارے مربّی ہیں، وہ ہمیں اللہ سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہمارا روحانی بیوٹی پارلر کرتے ہیں یعنی ہماری بندگی کی نوک پلک کو اللہ کی مرضی کے مطابق بنا کر ہمیں اللہ کا پسندیدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، چاہے وہ سختی سے ہی کیوں نہ ڈانٹیں، اب ظاہری بات ہے کہ نوک پلک درست کرنے کے لیے تراش خراش تو کرنی ہی پڑے گی، اگر ناخن بڑے ہوں گے تو کٹر استعمال کرنا پڑے گا اور اگر کٹر استعمال کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اب بھی گٹر میں گرنے کی اور لید سونگھنے کی عادت ہے تو پھر ہم آپ کو مٹر نہیں کھلائیں گے، گٹر میں گرنے کے بعد سٹر پٹر پٹائی ہوگی، کبھی ایسے بھی اصلاح ہوتی ہے۔ آپریشن میں کیا ہوتا ہے؟ مریض کو حلوا کھلایا جاتا ہے یا چاقو چلتا ہے؟ لیکن جب گردے کی پتھری نکل جاتی ہے، پتّے کی پتھری نکل جاتی ہے، آپریشن ہو جاتا ہے تو بعد میں مریض کیسا ہنستا ہوا ہسپتال سے نکلتا ہے، ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتا ہے اور فیس بھی دیتا ہے جبکہ ہماری کوئی فیس نہیں ہے بلکہ بعض لوگ اُلٹا ناراض ہوتے ہیں کہ صاحب! یہ تو بڑے سخت ہیں، بڑے کڑک ہیں۔ ماشاءاللہ ہمارے قرار صاحب نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا۔ کسی نے ان

سے کہا کہ آپ کے پیر مولانا شاہ ابرار الحق صاحب بڑے کڑیل ہیں۔ ذرا سی بات ہوئی ایک دم چہرہ لال ہوجاتا ہے، خوب ڈانٹ لگاتے ہیں۔ تو قرار صاحب نے جواب دیا کہ میرا نفس بھی تو اڑیل ہے، اڑیل نفس کے لیے کڑیل پیر ہوتا ہے۔

تجربہ یہی ہے کہ جس کا شیخ کڑوا ہو اور خوب ڈانٹ ڈپٹ کرے اس کے نفس کی زیادہ اصلاح ہوتی ہے اِلَّا یہ کہ کوئی بزرگ صاحبِ کرامت ہوں جو اپنے اخلاق وشفقت سے اور روحانیت سے منزل تک پہنچادیں، جیسے کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈانٹتے نہیں تھے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈانٹنا اور خفا ہونا تو جانتے ہی نہ تھے، سراپا رحمت تھے لیکن ان کی صحبت کے فیض سے کوئی محروم نہیں رہتا تھا۔ ایسے اولیاء اللہ بھی پیدا ہوتے ہیں لیکن عام حالات یہ ہیں کہ بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے اصلاح نہیں ہوتی۔

اولیاء اللہ کا ادب اللہ تعالیٰ کی نسبت کی وجہ سے ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ کی نسبت سے عظمتیں آتی ہیں، بیت اللہ کی زمین پر ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر کیوں ہے؟ خدا کی یہی زمین یہاں بھی تو ہے، یہ مسجد بھی تو اللہ کا گھر ہے لیکن جس زمین کو خانہ کعبہ سے نسبت ہو صرف اسی کو بیت اللہ کہہ سکتے ہیں۔ اس مسجد کو خانۂ خدا تو کہہ سکتے ہیں لیکن بیت اللہ صرف حرم کعبہ ہی کو کہہ سکتے ہیں، وہاں کے طواف سے حج ادا ہوتا ہے، ملتزم پر چپک کر رونے سے دُعائیں قبول ہوتی ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی نسبت۔ اسی لیے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے ادب و اکرام سے لوگ گھبراتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے؟ یہ تو شخصیت پرستی معلوم ہوتی ہے، میں بھی بندہ، وہ بھی بندے، ہم کیوں ان کا ادب کریں؟ تو مولانا نے فرمایا کہ دیکھو! بیت اللہ کا طواف کیوں کرتے ہو؟ اس لئے کہ اس یارِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے

پورے قرآن میں ایک مرتبہ کعبہ کو فرمادیا بَیۡتِیۡ یعنی یہ میرا گھر ہے ۔

کعبہ را یک بار بَیۡتِیۡ گفت یار

اس نسبت سے آج سارا عالم بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے اور اس کے پتھر یعنی حجرِ اسود کو چوم رہا ہے مگر اپنے خاص بندوں کے بارے میں کیا فرمایا۔

گفت یَا عَبۡدِیۡ مرا ہفتاد بار

لیکن مجھ کو ستّر دفعہ یا عَبۡدِیۡ یعنی میرا بندہ کہا ہے، اے میرے بندے! اے میرے بندے! تمام قرآن میں دیکھو اللہ نے ستّر سے زیادہ دفعہ مومن کامل کو اپنا بندہ کہا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اللہ کے خاص بندوں کا ادب نہ کیا جائے؟ کعبہ کو ایک مرتبہ بَیۡتِیۡ کہا تو اس کی یاد تو آپ کو طواف کے لئے پاگل کر دے اور اس عَبۡدِیۡ کی یاد نے آپ پر کچھ اثر نہیں کیا کہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو عَبۡدِیۡ کہہ کر اپنا بندہ ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا اللہ کے خاص بندوں کی محبت اللہ کی محبت کا تقاضا ہے اور محبت کا یہ پیٹرول منٹوں میں اللہ تک لے اڑتا ہے۔

عشق کا پیٹرول راہِ سلوک میں قابل قدر ہے

اختر آج ساٹھ برس سے اوپر ہو چکا ہے، میں طبیہ کالج میں اٹھارہ ہی سال میں حکیم ہو گیا تھا، میں ساری زندگی ایسے مریضوں سے ملا ہوں جن کو نیند کم آتی تھی اور جن کو رومانٹک دنیا سے بہت مناسبت تھی یعنی شکارِ عشقِ مجازی تھے اور کہتے تھے کہ دل تڑپ رہا ہے، ایسے لوگوں کی باتوں کو میں بہت غور سے سنتا ہوں، اتنی محبت و شفقت مجھے کسی مریض سے نہیں ہوتی جتنی حسن و عشق کے ایکسیڈنٹ کے مریض سے ہوتی ہے۔ تو میں ان کی مرہم پٹی کے لیے بہت دل و جان سے کوشش کرتا ہوں۔ آپ کہیں گے کیوں؟ اس لیے کہ ان کے اندر ایک پیٹرول یعنی محبت کا مادّہ ہے جو غلط استعمال ہو گیا ہے، اس غلط استعمال کو میں صحیح استعمال سے تبدیل کرتا ہوں اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے مشرّف ہو جائے

گا تو ولی اللہ ہوجائے گا۔

اگر مجنوں کو شمس الدین تبریزی کی صحبت مل جاتی جس نے مولانا رومی کو ولی اللہ بنایا تھا تو وہی مجنوں بہت بڑا ولی اللہ ہوتا۔ افسوس کہ اس کو کوئی شمس الدین تبریزی نہ ملا جو اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے تبدیل کردیتا لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہر زمانے میں شمس الدین تبریزی ہوتے ہیں مگر پہچاننے کے لیے نظر ہونی چاہیے۔ ہر صدی میں اللہ شمس الدین تبریزی کو پیدا کرتا ہے اور کئی کئی پیدا کرتا ہے، جو دنیا والوں کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے تبدیل کردیتا ہے، کیونکہ محبت کا مادّہ وہی ہے، محبت کی اسٹیم وہی ہے۔ اگر کار کے انجن میں پیٹرول ہے تو جس پیٹرول سے وہ کار مسجد آ سکتی ہے اسی پیٹرول سے وہ سینما اور کسی غلط اڈّے پر بھی جاسکتی ہے۔ بولیے صاحب! تو ہم پیٹرول کو کیوں بُرا کہیں؟ ہم محبت کو کیوں بُرا کہیں؟ ہم تو استعمال کو بُرا کہتے ہیں۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی شان محبوبیت

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا تھے؟ ایک ڈپٹی کلکٹر تھے اور بہت بڑے شاعر تھے، بہت ہی حسین وجمیل تھے اور بڑا لمبا قد تھا، جہاں بیٹھتے تھے خواجہ صاحب ہی خواجہ صاحب نظر آتے تھے۔ خواجہ صاحب کی اپنے شیخ کے عشق میں عجیب حالت تھی۔ ایک مرتبہ شبلی منزل اعظم گڈھ میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ خلیفہ بیٹھے تھے، شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری اعظم گڈھی رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہ وصی اللہ صاحب اعظم گڈھی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ مولانا ابرارالحق صاحب نے فرمایا کہ اس مجلس میں میں بھی تھا لیکن علماء کے محضر میں خواجہ صاحب گفتگو کررہے تھے، دین کی باتیں سنا رہے تھے اور

سارے علماء سن رہے تھے۔ امیر مجلس اللہ تعالیٰ نے اس مسٹر کو بنایا تھا جس نے تھانہ بھون جا کر اپنی مسٹر کی ٹر نکال دی تھی اور اپنے نفس کو مٹایا تھا اور پھر اللہ نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ شیخ

خواجہ صاحب کانپور میں ڈپٹی کلکٹر تھے لیکن وہاں سے تھانہ بھون حکیم الامت کی خدمت میں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حکیم الامت کانپور تشریف لے گئے اور کچھ دن قیام کے بعد واپس جانے لگے تو حضرت کی جدائی کے صدمہ سے خواجہ صاحب رونے لگے اور شیخ کی سواری کے پیچھے ننگے پیر یہ شعر پڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔

دلربا پہلو سے اٹھ کر اب جدا ہونے کو ہے
کیا غضب ہے، کیا قیامت ہے، یہ کیا ہونے کو ہے
کرتے جاؤ آرزو پوری کسی ناشاد کی
اک ذرا ٹھہرو کوئی تم پر فدا ہونے کو ہے

شیخ کی ایسی محبت ہونی چاہیے، لیکن یہی محبت لیلیٰ پر ضائع ہو جاتی ہے اور اگر یہی محبت مرشد پر، اللہ پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو جائے تو یہی محبت جنت میں لے جائے گی۔ پیٹرول کو کیوں برا بھلا کہتے ہیں؟ پیٹرول کا استعمال صحیح کر لیجئے۔

دیکھئے! جب ہم ہوائی جہاز پر بیٹھتے ہیں تو پیٹرول ہی تو منزل تک لے جاتا ہے، اس ہوائی جہاز سے ہم جدہ جاتے ہیں اور وہاں سے ایک گھنٹے کے بعد مکہ مکرمہ جا کر طواف کر سکتے ہیں اور اسی جہاز پر بیٹھ کر بنارس کے مندر میں بھی جا سکتے ہیں۔ تو جو جہاز ہمیں بنارس کے مندر میں لے جا سکتا ہے وہی جہاز ہمیں کعبہ بھی لے جا سکتا ہے، پیٹرول تو وہی ہے، پیٹرول کو گالی مت دیجیے،

طریقۂ استعمال صحیح کر لیجیے پھر یہی زندگی جو گناہوں میں ضائع ہوسکتی ہے یہی زندگی خدائے تعالیٰ کی محبت سے ولی اللہ بنا دے گی۔ جس دن سانس نکلے گی اس دن پچھتاؤ گے لیکن پھر پچھتانے سے کیا ہوگا؟ پھر پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ جب زندگی کے دن ختم ہوجائیں گے تب پچھتانا پڑے گا۔

اہلِ محبت اللہ کا راستہ انتہائی تیزی سے طے کرلیتے ہیں

اس لیے دوستو! محبت والے مریضوں کو میں نے ہمیشہ عزت سے دیکھا ہے، چاہے وہ کسی کی محبت میں مبتلا ہوں کیونکہ مجھے ان کے پیٹرول کی ٹنکی فل (Full) نظر آتی ہے، مجھے اطمینان ہوتا ہے کہ ذرا سا اس کے دل میں اللہ کی محبت آجائے تو یہ منٹوں میں اس مقام پر پہنچے گا جہاں خشک قسم کے لوگ رینگ رینگ کر پہنچتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

بیک جذب مجذوب تا بام پہنچا
جو سالک ہیں آئیں وہ زینہ بزینہ

محبت اور آہ کی تیز رفتاری

اللہ کی محبت اور آہ میں وہ طاقت ہے کہ سو برس کا راستہ ایک سیکنڈ میں طے ہوجاتا ہے، ایک آہ نکلتی ہے اور آسمانوں کو عبور کرتی ہوئی عرش تک چلی جاتی ہے۔ اس پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں

لامکان اللہ کا مکان ہوتا ہے جسے عالم جبروت، عالم ملکوت، عالم لاہوت کہتے ہیں ؎

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے میری آہِ بے نوا! تو نے کمال کر دیا

اگرچہ آہ کمزور ہے، بندے کے منہ سے نکلتی ہے مگر اس میں اللہ نے وہ طاقت رکھ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس پر کوئی دربان نہیں ہے، کوئی چوکیدار اور پاسبان نہیں ہے، آہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے، میرا فارسی شعر ہے ؎

بر درِ رحمت چو دربانے نبود
آہ را در اصل حرمانے نبود

اللہ تعالیٰ کے دروازۂ رحمت پر چونکہ کوئی دربان نہیں، اس لئے آہ کو وہاں پہنچنے سے کوئی محرومی نہیں ہوتی۔

ہماری آہ نامِ اللہ میں شامل ہے

دیکھیے! آہ کہیے اور اللہ کہیے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے اللہ نے ہماری آہ کو اپنے اندر رکھا ہوا ہے۔ آہ اور اللہ، اللہ میں آہ ہے، دونوں میں کتنا قرب ہے، یہی دلیل ہے کہ ہمارا اللہ وہی ہے جس نے ہماری آہ کو اپنے ساتھ لیا ہوا ہے بلکہ ہمیں آہ پر تخلیق کیا ہے، آہ کے تلفظ پر پیدا کیا ہے تاکہ بندے کسی غم سے اللہ کہیں تو میرے نام میں اپنی آہ کو شامل پائیں۔

میری شاعری میرا دردِ دل ہے

دیکھو! میری شاعری میری آہِ دل اور میرا دردِ دل ہے، دل کے درد سے شعر بنتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

چھپاتی رہیں رازِ غم چپکے چپکے
مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھل کے

آہ جو ہوتی ہے وہی شعر بن جاتی ہے۔ آہ جو ہے وہی اللہ تعالیٰ تک لے جاتی ہے اور فاسق کی باہ یعنی قوتِ شہوت اس کو چاہ تک لے جاتی ہے اور کنویں میں

گرادیتی ہے۔ اور مؤمن کی آہ کہاں لے جاتی ہے؟ اللہ تک۔ اور گنہگار کی باہ، قوتِ مرادنگی اور شہوتیں اور گناہوں کے تقاضے اس کو چاہ تک لے جاتے ہیں، چاہ کے معنی ہیں کنواں، وہ کنویں میں گر گئے، گٹر میں گر گئے، گندی جگہ پر پڑے ہوئے ہیں، فسق و فجور کی لعنت میں مبتلا ہیں۔

اَولیاء اللہ کے پاس بیٹھنا اللہ کے پاس بیٹھنا ہے

لٰہذا اگر چاہتے ہو کہ ہماری سانس اللہ تعالیٰ کی راہ میں قبول ہو، خدائے تعالیٰ کی یاد کے لئے قبول ہو تو کسی اللہ والے کے پاس حاضر ہوا کرو۔ ہماری یہ سانس بہت قیمتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تم کچھ دیر خدا کے پاس بیٹھو تو

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا
گو نشیند باحضورِ اولیاء

یہ مولانا روم ہیں، میں مثنوی کا شعر پیش کر رہا ہوں کہ جس کا دل چاہتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھے تو اس سے کہہ دو کہ کسی ولی اللہ کے پاس بیٹھ جائے۔ تو اولیاء اللہ کے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے کیونکہ ان کے قلب میں اللہ ہے، انہیں نسبت مع اللہ حاصل ہے اور دنیا میں جتنے ولی ہوئے ہیں سب کسی نہ کسی ولی کی محبت سے ولی ہوئے ہیں۔ کوئی چراغ دنیا میں نہیں جلتا مگر دوسرے چراغ سے، چراغ سے چراغ جلتے ہیں۔ کوئی چراغ بہت ہی قیمتی ہو، سونے کا ہو بلکہ جواہرات و موتی کا ہو، کروڑ روپے کا ایک چراغ ہو لیکن اس کے پاس دوسرا جلتا ہوا چراغ نہ ہو تو وہ جل نہیں سکتا، وہ اپنے تیل و بتی کی قیمت کے باوجود ظلمت اور اندھیرے میں رہے گا، خود بھی اندھیروں میں رہے گا اور دوسروں کو بھی اندھیروں میں رکھے گا لیکن جو کسی ولی اللہ کی محبت میں، اللہ کی محبت کے چراغ والوں کے پاس بیٹھ جائے گا تو پھر چراغ سے چراغ جل جائے گا۔

مربّی بنانے سے پہلے تحقیق کرلیجئے

لیکن پہلے کسی سے پوچھ لیں کہ فلاں اللہ والے جو ہیں انہوں نے کس کی صحبت اُٹھائی ہے؟ عقلمند انسان پہلے پوچھتا ہے، تحقیق کرتا ہے اور بے وقوف آدمی اُس کے ہاتھ پر بھی بیعت کرلیتا ہے جو کسی سے بیعت نہ ہو۔ بے وقوف آدمی اس کو بھی مربّی بنالیتا ہے جو خود کسی کا مربّہ نہ ہو، خود کسی سے تربیت نہیں کرائی اور جلدی سے جا کر مسند پر بیٹھ گیا۔ کسی کے چند الفاظ سن کر اس کا معتقد ہوجانا کہ آہا آہا! کیا کہنا! واہ صاحب! کیا بیان کرتے ہیں، کیا شعر پڑھتے ہیں، پھر اس سے بیعت ہوگئے، یہ محض حماقت ہے۔ جس سے بیعت ہونے کا ارادہ ہو پہلے اس کے متعلق پوچھو کہ اس نے بھی کسی سے تربیت کرائی ہے یا نہیں، کسی کو استاد بنانے سے پہلے پوچھو کہ وہ بھی کسی کا شاگرد رہا ہے یا نہیں۔ کسی کو بابا مت بناؤ جب تک کہ اس کا بابا نہ معلوم کرلو، لَا تَاخُذُوْهُ بَابًا مَنْ لَّا بَابَا لَهٗ اس کو ہرگز بابا مت بناؤ جس کا آگے کوئی بابا نہ ہو۔

نگاہِ اولیاء کی کرامت

یہاں بہت سے ایسے دوست بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں مجھ کو اپنے شیخ کے ساتھ دیکھا ہے، یہاں ایسے لوگ بیٹھے ہیں جنہوں نے میرے شیخ کا زمانہ پایا ہے۔ اختر خود کچھ نہیں ہے لیکن یہ سب انہی بزرگوں کی نسبت کا صدقہ ہے۔ میں کچھ نہیں ہوں، یہ آپ کا اجتماع، آپ کا محبت سے آنا یہ انہی بزرگوں کی نسبت کا صدقہ ہے۔ شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ مفسرِ تفسیرِ موضح القرآن مسجد فتح پور دہلی میں تین چار گھنٹے عبادت کے بعد نکلے، باہر ایک کتّا بیٹھا تھا، اس پر نظر پڑگئی۔ حکیم الامت تھانوی اپنے ملفوظات میں لکھ رہے ہیں کہ وہ کتّا جہاں جاتا تھا دہلی

کے سارے کتّے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے۔ ایک نظر میں یہ حال ہوگیا تھا۔ حکیم الامت نے اس مضمون کو بیان کرکے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ آہ! جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے ان کی نگاہوں سے انسان کیسے محروم رہے گا؟

کتابیں تو ہم سے زیادہ پڑھنے پڑھانے والے موجود ہیں لیکن اختر پر شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی، شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم جیسے بزرگوں کی نگاہیں پڑی ہیں۔ جب میں ڈھاکہ ایئرپورٹ جاتا ہوں تو لوگ کس قدر بڑی تعداد میں محبت سے ملتے ہیں، پوچھو ان سے یہ بنگلہ دیش کے لوگ یہاں بیٹھے ہیں۔ تو میں یہ عرض کررہا ہوں کہ نسبت کا اثر ہوتا ہے، فیض ہوتا ہے۔

درِ شیخ کے آداب

الحمدللہ! نسبتِ شیخ کی وجہ سے میں نے اپنے شیخ کے نوکروں کی بھی خدمت کی ہے۔ شاہ عبدالغنی صاحب کے ہاں جو نوکر تھے وہ بالکل جاہل مطلق تھے لیکن میں نے کبھی کسی سے لڑائی نہیں کی، ہمیشہ شیخ کے ایک ایک فرد کا اکرام کیا ہے، اللہ کی توفیق سے مجھے ہر شخص بہت ہی محترم نظر آتا تھا، کیونکہ وہ جیسا بھی تھا اُس کو میرے شیخ سے نسبت تھی۔

تھانہ بھون سے ایک بھنگی نانوتہ گیا۔ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ میرے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے قصبہ سے ایک بھنگی آیا ہے، جلدی سے چارپائی بچھا کر اس بھنگی کے لیے چادر بچھائی، بعض شاگردوں نے اعتراض کیا کہ آپ بھنگی کے لیے چادر بچھاتے ہیں، کہا کہ میں اس بھنگی کے لیے چادر نہیں بچھاتا بلکہ اس نسبت کے لئے بچھاتا ہوں کہ یہ میرے شیخ کے قصبہ تھانہ بھون سے آیا ہے۔

محبت کے والہانہ آداب

دوستو! میں یہ کہتا ہوں کہ محبت والے سے زیادہ شکایت ہوتی ہے، جو محبت کا نام تو لیتے رہتے ہیں لیکن محبت کے آداب میں کوتاہی کرتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

آنکہ شیراں مر سگانش را غلام

بعض نالائقوں کو شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ بھئی! یہ کیسے پیر ہیں ہر ایک کے سامنے ہم کو جھکاتے ہیں، کم عمر والوں کے سامنے جھکاتے ہیں، ہم بڑے عالم و حافظ اور فلاں ہیں اور پیر صاحب ڈانٹ بھی رہے ہیں کہ تم نے میرے باورچی کو کیوں ڈانٹا، کیوں بُرا بھلا کہا، اب کہاں باورچی اور کہاں میں عالم اور حافظ، چنانچہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ دیکھو! مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر تم کو شیخ سے محبت ہے ؎

آنکہ شیراں مر سگانش را غلام

تو اے دنیا والو سن لو! بہت سے شیر اپنے محبوب کی گلی کے کتّے کے غلام ہو گئے۔ کہاں شیر کی طاقت کہ اگر دھاڑ دے تو کتّا مر جائے۔ شیر کی آواز اتنی ہیبت ناک ہوتی ہے کہ کتّے کا اسی وقت ہارٹ فیل ہو جائے لیکن شیر اس کے پیچھے پیچھے دُم ہلا رہا ہے کہ میرے محبوب کا کتّا ہے۔

تم نے کیا خاک محبت کا نام لیا ہوا ہے کہ شیخ کے خادموں سے، شیخ کے مہمانوں سے، شیخ کے رشتہ داروں اور متعلقین سے لڑتے ہو اور نام محبت کا لیتے ہو، کیوں؟ ایسے لوگوں کو ڈوب مرنا چاہیے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ شیخ کی خانقاہ والے اگر بیمار ہو جائیں تو تم ان کا پاخانہ اُٹھانے کی بھی نیت رکھو، ان کے لیے دوا بھی لاؤ، اپنی شفقت و محبت کو ان پر فدا بھی کرو لیکن بس جب تک خدائے تعالیٰ کے فضل و رحمت کا سایہ نہیں ہوتا عقل میں نور نہیں آتا اور نور اس لیے نہیں

آ تا کہ فسق وفجور کی عادتیں ہیں۔

جتنا عمدہ دل اتنی عمدہ سوچ

جب تک غیر اللہ دل سے نہیں نکلتا، انسان بدنظری سے توبہ نہیں کرتا یا دل میں حسینوں کے گندے گندے خیال پکاتا رہتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کا نور نہیں آتا، قلب و دماغ کا راستہ جتنا اچھا ہوگا اس کی عقل وسوچ بھی اتنی ہی اچھی ہوگی، دونوں کا ایک دوسرے سے ہاٹ لائن پر رابطہ ہے۔ آج کل ہاٹ لائن سنتے رہتے ہیں کہ فلاں ملک کے صدر کا فلاں ملک کے صدر سے ہاٹ لائن پر رابطہ ہے، لہٰذا جتنا عمدہ دل ہوگا، جتنا غیر اللہ سے پاک دل ہوگا اتنی ہی اس کی عقل وسوچ اچھی ہوگی اور اس کے دماغ میں اچھی اچھی باتیں آئیں گی اور جتنا زیادہ دل مردوں کی محبت سے گندہ ہوگا اس کی عقل بھی اتنی ہی مردہ ہوگی۔

وہ ہرن جس کی ناف میں ایک لاکھ کا مشک بھرا ہوا ہے، ماہرینِ حیوانات کہتے ہیں کہ وہ سوتا نہیں ہے، کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی شکاری آ کر میرا ایک لاکھ کا مشک نہ لے جائے، وہ کھڑا رہتا ہے، کھڑے کھڑے سوتا ہے اور دیکھتا بھی رہتا ہے اور جس کے نافے میں مشک نہیں ہوتا وہ خراٹے مارتا ہے، جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، میری لید سونگھنے کون آئے گا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ آپ نے دو ہرن پالے، ایک ہی غذا دونوں ہرن کو دی، ایک ہی قسم کی گھاس خرید کر آپ دے رہے ہیں، وہی گھاس، وہی چنا، وہی دانہ، وہی چیز دونوں کو دے رہے ہیں لیکن ایک ہرن صرف لید کرتا ہے، اس کی گھاس اس کے پیٹ میں پاخانہ بناتی ہے اور دوسرے میں اللہ کے حکم سے اسی گھاس سے اس کی ناف میں مشک بنتا ہے۔ حکم اوپر سے ہوتا ہے۔

اہلِ دل پتھر دل کو لعل بنا دیتے ہیں

اسی طرح ایک پتھر ہے جو پانچ سے دس روپیہ گدھا گاڑی پر بکتا ہے اور ایک پتھر لعل ہے جو لاکھوں روپے میں بکتا ہے، اللہ نے سورج کو حکم دیا کہ اے آفتاب! اپنی شعاؤں سے، میرے حکم سے ان ذرّات کو سرخ بناؤ۔ اب جناب ڈھائی ہزار میل دور کوہ ہمالیہ پہاڑ میں لعل پھیلا ہوا ہے، جہاں چالیس پچاس روپیہ میں روڑیاں پتھر بک رہے ہیں، وہیں لاکھوں روپے کا ایک لعل بک رہا ہے لیکن لعل خود سے نہیں بنتا، بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اے اللہ! ہمارے قلب کو لعل بنا دیجیے، شیخ کا دل مثل آفتاب کے ہوتا ہے، یہ سورج تو دنیا والوں کے لیے ہے، اللہ والوں کا سورج دل ہوتا ہے، وہ اللہ کی ہدایت کا سورج ہوتا ہے۔ اگر صحیح عقیدت اور صحیح محبت اور اخلاص اور مروّت سے کسی اللہ والے کے سامنے بیٹھو تو اس کا دل آہستہ آہستہ ہمارے دلوں کو لعل بنا دے گا ؎

اُن سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

کامیابی کا مدار قبولیت پر ہے

دوستو! یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہر سال اہلِ بنگلہ دیش از راہِ محبت مجھے بلاتے ہیں اور اتنی محبت سے وہ میری بات سنتے ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بعض وقت تو کہتے ہیں آپ چھ مہینے یہاں رہیے، ان کا جی نہیں بھرتا، کہتے ہیں سال میں تین دفعہ آئیے، اتنی محبت کرتے ہیں لیکن میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہیں جاتا۔ اس لیے عرض کر دیا کہ اگر میری ایک آہ بھی اللہ قبول فرما لے اور آپ کے دل میں اُتار دے اور اللہ مجھ کو بھی، آپ کو بھی اپنا ولی بنا لے تو سمجھ لو کہ میری تقریر کامیاب ہے۔ سیپ منہ پھیلائے ہوئے ہے، بس ایک قطرہ پانی کا

اس میں چلا جائے اور موتی بن جائے، یوں تو ہزاروں ٹن بارش ہوتی ہے لیکن سب قطرے موتی نہیں بنتے لہٰذا آپ دل کا منہ کھولے ہوئے محبت سے اللہ سے کہیں کہ یا اللہ! میرے اس مربّی کی باتوں کو میرے دل میں اپنی محبت کا، نسبت کا موتی بنا دے، مجھے اللہ والا بنا دے۔ معاملہ آپ کی طلب پر ہے۔

زندہ حقیقی کو پانے کے لئے مُردوں کو دل سے نکالنا ضروری ہے

اگر انسان پہلے ہی سے یہ نیت رکھے کہ چلو خانقاہ میں جا کر تھوڑی سی بات سن لیں، تھوڑی سی اللہ کی محبت کی مے لے آئیں لیکن تھوڑا تھوڑا وی سی آر بھی دیکھ لیں، حسینوں کے چکر بھی لگا لیں تو مردہ اور زندہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ زندہ حقیقی کی غیرت، اللہ تعالیٰ کی غیرت اس کو گوارا نہیں کرتی کہ جس دل میں مردے گھسے ہوئے ہوں اور مرنے والے حسینوں کی محبت گھسی ہوئی ہو اسے اللہ تعالیٰ کی نسبت خاصہ نصیب ہو جائے۔ اسی لیے لَآ اِلٰهَ پہلے نازل کر دیا کہ پہلے مردوں کو نکالو، پھر تمہارے قلب کی فیلڈ اور قلب کا میدان اِلَّا اللّٰهُ کے قابل ہو گا کہ میں زندہ حقیقی اس میں آسکوں۔

در دلِ مومن بگنجیدم چو ضیف

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمایا آسمانوں میں اور زمینوں میں لیکن مؤمن کے دل میں مثل مہمان کے سما جاتا ہوں۔

اللہ کو پانے کے لئے ترکِ معصیت شرط ہے

تو میں عرض کر رہا ہوں کہ تقریر سنانے والوں کو، تقریر سننے والوں کو اور تصنیف کرنے والوں کو اللہ نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ کے کچھ اصول و شرائط ہیں جن پر عمل کرنے سے اللہ ملتا ہے، جس میں بڑی شرط ترکِ معصیت یعنی نافرمانی کا چھوڑنا ہے، ہم سے گناہوں کے کنکر پتھر کیوں نہیں چھوڑے جاتے؟ ہم یہ سوچ

لیں کہ اس گناہ کی قیمت کیا ہے؟ کیا گناہ کی کوئی قیمت ہے؟ بھئی! جو چیز ہمیں پٹوادے، جوتے برسوادے، اللہ کے غضب سے پالا پڑوادے وہ چیز کوئی قیمت رکھتی ہے؟ اس لیے عرض کرتا ہوں ۔

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

توبہ کی رفتار

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

مرکبِ توبہ عجائب مرکب است

توبہ اور آہ اتنی زبردست اور تیز سواری ہے کہ آج تک ایسا کوئی ہوائی جہاز تیار نہیں ہوا کہ ہم نے جس وقت توبہ کی، توبہ کا جہاز اسی وقت ہماری آہ کو اُڑا کر عرش تک گیا۔

برفلک تازد بہ یک لحظہ ز پست

شہوت کی گٹر لائنوں، پستیوں اور گندی حالت سے توبہ کی برکت سے توبہ کا جہاز عرشِ اعظم تک لے جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ میں توبہ کرنے والے کو صرف معاف ہی نہیں کرتا بلکہ اس کا پیار بھی لے لیتا ہوں، اس کو اپنا محبوب بھی بنا لیتا ہوں۔ دنیا والے تو صرف معاف کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ معاف کرنے کے بعد اس کو اپنا پیارا بھی بنا لیتے ہیں۔ دیکھی آپ نے توبہ کی برکت۔ دو رکعات توبہ پڑھ کر بالغ ہونے کے وقت سے لے کر آج تک کے گناہوں سے معافی مانگئے کہ اے خدا! ہم جب سے بالغ ہوئے ہیں، مکلف ہوئے ہیں، ہمارے کانوں سے گانا سننے کے

گناہ، آنکھوں سے عورتوں کو دیکھنے کے گناہ، زبان سے غیبت کرنے کے گناہ، دل میں گندے خیالات پکانے کے گناہ غرض سر سے پیر تک کے ہمارے سارے گناہوں کو معاف فرما دیجیے اور ہمیں تمام گناہوں سے حفاظت نصیب فرما دیجیے، ترکِ گناہ کی توفیق دے دیجیے۔

ذکر سے پہلے روح کو آبِ توبہ سے دھو لیجئے

اب گناہوں سے معافی مانگنے کے بعد ذکر شروع کریں۔ کیوں صاحب! آپ جب عطر لگاتے ہیں تو پہلے کپڑا دھوتے ہیں یا نہیں؟ میلا کپڑا بدلتے ہیں یا نہیں؟ یا میلے کپڑے پر عطر لگاتے ہیں۔ بس اسی طرح اللہ کا نام لینے سے پہلے دو رکعت توبہ پڑھ کر روح کو دھو لیجیے، روح کو غسل دیجیے، چاہے سر پر ایک لاکھ سمندر کا پانی ڈال لو لیکن اس سے روح پاک نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ کے سامنے ندامت اور اشک بار آنکھوں سے توبہ نہ کرلو۔ اگر اشکباری نصیب نہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل ہی بنالو۔

سلوک طے کرنے کے لئے ذکر اللہ ضروری ہے

پھر دو رکعات پڑھ کر ذکر کرو، میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب تک ذکر نہیں کروگے، خالی باتیں سننے سنانے سے کچھ نہیں ہوگا، ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ یعنی ذکر کرنے والا جس کو یاد کر رہا ہے ذکر اسے اس تک لے جائے گا۔ تو دو رکعات توبہ پڑھ کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تسبیح پانچ سو مرتبہ[1] پڑھیں، اور درمیان درمیان میں دس بیس دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے بعد یہ پورا کلمہ یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ لیجیے، پچیس منٹ میں ذکر پورا ہو جائے گا، پانچ مہینے میں پچھتر ہزار ہو جائے گا۔

---

[1] پانچ سو دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر حضرت والا دامت برکاتہم بیس سال پہلے تجویز فرماتے تھے۔ اب لوگوں کے ضعفِ صحت کی وجہ سے صرف ایک سو مرتبہ روزانہ تجویز فرماتے ہیں۔ جامع)

ستّر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی فضیلت

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک جوان آیا جو ولی اللہ تھا، شَابٌّ مَشْهُورٌ بِالْكَشْفِ اس کا کشف مشہور تھا، اس نے اچانک رونا شروع کردیا۔ شیخ ابن عربی نے پوچھا: اے جوان! کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا اَرٰی اُمِّیْ فِی الْعَذَابِ میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں میں نے اللہ سے دل ہی دل میں بات کی کہ اے اللہ! یہ جو میں نے ستر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا ہے اور ابھی تک کسی کو ایصال ثواب نہیں کیا یہ اس جوان اللہ والے کی ماں کو عطا کردے، فَوَهَبْتُ فِیْ بَاطِنِیْ ثَوَابَ التَّهْلِيْلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ لَهَا میں نے اس کی ماں کے لیے ستر ہزار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ثواب ہدیہ کردیا۔ فَضَحِكَ پس وہ جوان ہنسا حالانکہ شیخ کی زبان ہلی بھی نہیں تھی، دل میں اللہ تعالیٰ سے سودا کیا تھا لیکن چونکہ ظالم کو کشف بہت ہوتا تھا، اس کا کشف مشہور تھا تو وہ فوراً ہنسا اور اس نے کہا اِنِّیْ اَرَاهَا الْاٰنَ فِیْ حُسْنِ الْمَاٰبِ، میں اپنی ماں کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ فَعَرَفْتُ صِحَّةَ الْحَدِيْثِ بِصِحَّةِ كَشْفِهٖ وَصِحَّةَ كَشْفِهٖ بِصِحَّةِ الْحَدِيْثِ پس میں نے اس حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف کی صحت سے اور اس کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا، یقین تو پہلے ہی تھا لیکن اب اور بڑھ گیا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ زندگی چند دن کی ہے ؎

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی\
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

ذکرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں ایک مراقبہ مستنبط بالحدیث

تو پانچ تسبیح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی پڑھ لیجیے، اور جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شروع

کیجیے تو یہ مراقبہ کیجیے کہ میری لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ عرشِ اعظم تک جارہی ہے کیونکہ بشارت دینے والے سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق المصدوق ہیں، اصدق القائلین ہیں، ان سے بڑھ کرکون سچا ہوگا؟ ان کی بشارت ہے کہ:

((لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللہِ))

(مشکوٰۃ المصابیح، باب ثواب التسبیح والتحمید والتکبیر، ص:۲۰۲)

اللہ میں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ میں کوئی حجاب نہیں ہے ؎

نگاہِ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے اسے
خرد کے سامنے اب تک حجابِ عالم ہے

بس اس مراقبے سے ذکر کریں کہ میری لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اللہ تک جارہی ہے، ہم خود تو نہیں جاسکتے لیکن اللہ نے ہمیں اپنا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ذکر عطا فرمایا ہے کہ ہماری روح کو اللہ اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ سے اپنے تک پہنچا رہے ہیں، اس ذکر کے ذریعہ ہماری اللہ سے ملاقات ہورہی ہے۔ ان شاء اللہ! چند مہینے میں آپ کہاں سے کہاں پہنچ جائیں گے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ساتوں آسمان پار کرتا ہوا اللہ تک پہنچ جاتا ہے

مولانا بدر عالم صاحب بہت بڑے محدث، صاحبِ کرامت ولی تھے، جنت البقیع میں دفن ہیں، ان کی قبر تین مرتبہ کھودی گئی اور ہر مرتبہ ان کی لاش حتی کہ کفن تک صحیح سلامت نکلا اس لیے حکومت سعودیہ نے مدینہ میں ہدایت کردی کہ خبردار اب ان کی قبر کو نہیں کھودنا، یہ کوئی عام شخصیت نہیں ہیں۔ تو ان کی کتاب ترجمان السنۃ میں حدیث لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللہِ کی تشریح میں لکھا ہے کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ساتوں آسمان پار کرجاتا ہے اور عرشِ اعظم پر ٹھہر جاتا ہے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے۔ اگر اللہ کی تجلیات اس کو عرشِ اعظم پر نہ ملتیں تو اور آگے بڑھ جاتا، مگر وہاں جا کر ٹھہر جاتا ہے۔

نظر وہ ہے جو اس کون و مکاں کے پار ہو جائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بیکار ہو جائے

مزہ نہ آنے کی وجہ سے ذکر نہ کرنا نادانی ہے

جب یہ تصور ہوگا کہ میری ہر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ عرشِ اعظم تک جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر رہی ہے تو مزہ آئے گا یا نہیں؟ دوستو! ذکر کا مزہ ان سے پوچھو جو یہ مزہ لے رہے ہیں ورنہ ایک قصہ یاد رکھو۔ اکبر بادشاہ نے گاؤں کے رہنے والے ایک دیہاتی کی فرنی کی دعوت کی اور جب اس دیہاتی نے فرنی دیکھی تو اس ظالم نے اسے گالیاں دیں، اس دیہاتی نے کہا کہ اکبر بادشاہ! تُو مجھے بلغم کھلا رہا ہے حالانکہ اس فرنی میں پسا ہوا چاول، عرق کیوڑہ اور دودھ میں پسا ہوا بادام شامل تھا، اس کو فرنی کہتے ہیں، فارسی میں اسے شیر برنج کہتے ہیں، اردو میں فرنی کہتے ہیں، ہندی زبان میں پھرنی اور پنجابی میں کھیر کہتے ہیں لیکن نادان دیہاتی ظاہری شکل دیکھ کر اسے بلغم سمجھا۔ تو ایسے نادان سے عبرت حاصل کریں اور محض اس وجہ سے ذکر نہ چھوڑیں کہ صاحب! دل نہیں لگتا۔

اب چونکہ میں ڈھاکہ جا رہا ہوں لہٰذا ڈھاکہ جانے والے ایک مسافر کی بات سن لیجیے جو سفر کرنے والا ہے، میں آپ کو ایک چیز دے کر جا رہا ہوں تاکہ اس کو آپ شروع کر دیں۔ ان شاء اللہ! یہ کلمہ روح بن کر آپ کی رگوں کے خون میں دوڑنے لگے گا۔ یہاں تک کہ جب دنیا سے جانے کا وقت آئے گا اور موت کا فرشتہ آئے گا تو آپ کی رگوں میں جو کلمہ بسا ہوا ہے آپ کی زبان سے وہی نکلے گا، کلمہ ہی پر موت آئے گی ان شاء اللہ اور اس میں آپ کے ماں باپ اور آپ کے خون کے رشتوں کی مغفرت کا سامان بھی ہے۔ ستّر ہزار مرتبہ کلمہ کا ایک کوٹہ اپنے لیے رکھ لیجیے کیونکہ پانچ مہینے میں پچھتّر ہزار ہو جائے گا تو ستّر ہزار دینے کے بعد پانچ ہزار بچا، آہستہ آہستہ یہ بھی جمع ہو جائے گا، ستّر ہزار

اپنے لیے جمع کرلیں اور پھر جب مزید ستّر ہزار جمع ہوجائیں تو آہستہ آہستہ اپنے والدین اور عزیز واقارب کی مغفرت کے لیے انہیں ایصالِ ثواب کردیں۔

اللہ تعالیٰ میرے بیٹے مظہر میاں کی والدہ کو جزائے خیر دے، انہوں نے ستّر ہزار پڑھ کر میری والدہ کو بخشا ہے۔ اس کو کہتے ہیں ساس بہو کا تعلق حالانکہ میری والدہ زندہ نہیں ہیں لیکن انہوں نے اسی مہینے میں مجھے بتایا کہ ستّر ہزار پڑھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور میری والدہ کی مغفرت کا سامان بنائے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اس حدیث کی بشارت حاصل کرنے کے لیے ستّر ہزار دفعہ کلمہ پڑھیے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں آپ کی اور آپ کے خاندان کی بھی مغفرت کا سامان ہے۔ پانچ مہینے میں آپ اللہ کی رحمت سے ایک کو بخشوا سکتے ہیں، اور اگر آپ کہیں کہ صاحب یہ پچیس منٹ بہت زیادہ ہیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ خدا روزانہ کتنے منٹ کی زندگی دیتا ہے؟ روزانہ کتنے گھنٹے کا دن رات ہوتا ہے؟ ایک گھنٹے میں کتنے منٹ ہوتے ہیں؟ ساٹھ کو چوبیس سے ضرب کیجیے، ۱۴۴۰ منٹ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ روزانہ ۱۴۴۰ منٹ زندگی دے رہا ہے، اگر ہم چالیس منٹ اسے یاد کرلیں اور چودہ سو منٹ اپنے لیے، اپنے بچوں کے لیے رکھ لیں تو اس میں کوئی حرج ہے؟ یہ سوچو کہ کیا اللہ تعالیٰ کی محبت کا یہ حق نہیں ہے کہ ہم چالیس منٹ کے لیے مسجد میں یا اپنے گھر میں بیٹھ کر تلاوت کریں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر کریں اور دعا کریں کہ اے اللہ! اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے صدقے میں ہمارے دل میں کوئی غیر اللہ نہ رہنے دیجیے، کیونکہ آپ کا نام بہت بڑا ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے، اتنی بڑی ہم پر مہربانی کردیجیے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی برکت سے آپ کے دل کے تمام باطنی خدا چاہے مال کا ہو، جاہ کا ہو، حسینوں کا ہو، جتنے بھی باطنی خدا دل میں ہیں ان شاء اللہ سب نکل جائیں گے۔

کمزور دماغ والوں کے لئے ہدایت

اب بعض لوگ دماغ کے کمزور ہو سکتے ہیں، اس مجمع میں یا خواتین میں ایسے لوگ ہوں گے کہ پانچ سو مرتبہ پڑھنے سے ہوسکتا ہے کہ انہیں چکر آجائیں، تو ان لوگوں کو کیا کرنا چاہئے اس کو ایک قصہ سے سمجھئے:

ایک شخص روزانہ بھینس کا بچہ اُٹھا کر ایک فرلانگ لے جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بڑا ہو کر تین من کا ہوگیا، مگر وہ پھر بھی اسے اٹھالیتا تھا۔ کسی نے کہا کہ بھئی! اتنا وزن کیسے اُٹھاتے ہو؟ اس نے کہا کہ جب یہ بچہ تھا تب سے اُٹھا رہا ہوں، لہٰذا پتہ ہی نہیں چلا، اس کا وزن بڑھتا رہا اور میری طاقت بھی بڑھتی رہی تو ایسے ہی ذکر کی مثال سمجھ لیجیے، پہلے ایک تسبیح پڑھئے، دوسرے ہفتے میں دو سو کر لیجیے۔ تیسرے ہفتے میں تین سو کر لیجیے، چوتھے ہفتے میں چار سو کر لیجیے اور پانچویں ہفتے میں پانچ سو کر لیجیے پتا بھی نہیں چلے گا۔ پھر بھی اگر کسی شخص کو کوئی عارض پیش ہے تو تین سو پڑھ لے اور اگر تین سو بھی نہیں پڑھا جاتا تو دو تسبیح پڑھ لے اور اگر بہت ہی بحر لکاہل ہے، سستی کا سمندر ہے تو ایک تسبیح پڑھ لے کیونکہ ایک تسبیح پر بھی وعدہ ہے کہ قیامت کے دن اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہوگا۔ اب اگر کوئی سو مرتبہ بھی پڑھنے کے لیے تیار نہ ہو تو بس اس کو خدا ہی سمجھائے گا، میں کچھ نہیں کہوں گا، اس کی شان میں گستاخی نہیں کروں گا کیونکہ اللہ کے بندے ہیں، مجھ سے افضل ہیں لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر اور اس پر فضل کر دے لیکن یہ پانچ تسبیح بہت زبردست وظیفہ ہے، یہ اولیاء اللہ کی شاہراہ ہے، تمام مشائخ جتنے دنیا میں آئے ہیں ان کو پانچ تسبیح بتائی جاتی تھیں تو میں آپ کو سپر ہائی وے یعنی اولیاء اللہ کی شاہراہ اعظم دکھا کر جا رہا ہوں۔ لہٰذا ذکر کا اہتمام کیجئے۔

مولانا رومیؒ کی ایک خاص نصیحت

مگر کبھی کبھی ذرا کسی بابا یعنی کسی متبع سنت اللہ والے کے پاس بھی بیٹھ جایا کریں مولانا رومی فرماتے ہیں کہ

ھے بیا! در کشتیِ بابا نشیں

یعنی بابا لوگوں کی کشتی میں ضرور بیٹھا کرو، لیکن کون سا بابا؟ وہ بابا جو شریعت و سنت کے مطابق بابا ہو، وہ بابا نہیں ہو جو سمندر کے کنارے سٹّے کا نمبر بتائے، یہ بابا نہیں یابی ہے، یابی عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں سرکش، نالائقی کرنے والا، تو وہ بابا نہیں ہے یابی ہے، بابا اصلی وہ ہے جس کا ایک تو کوئی اصلی بابا ہو یعنی اس کا بھی کوئی شیخ ہو اور اس کا شریعت و سنت پر چلنے والے سلسلہ سے تعلق ہو، جو سنت و شریعت سے ہٹ جائے تو سمجھ لو وہ بابا بنانے کے قابل نہیں ہے۔

اللہ کی صفاتِ غیر محدودہ کو زبانِ محدود بیان نہیں کر سکتی

آپ بھی ہمارے لیے دعا کیجیے گا کہ اے اللہ تعالیٰ! عافیت کے ساتھ سفر ہو، جہاز خیریت سے پہنچے اور خیریت سے واپس آئے۔ وہاں جو کام ہو اخلاص کے ساتھ ہو اور میرا بیان حسنِ تعبیر کے ساتھ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے جمال کو بیان کرنے سے ہماری زبان قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر محدود ہیں، غیر محدود صفات کو بیان کرنے کے لیے محدود زبان کافی نہیں ہے۔

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی، نگاہِ بے زباں رکھ دی

کیونکہ زبان میں نگاہ نہیں ہے اور نگاہ میں زبان نہیں ہے۔ یہ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے اور کیا عمدہ شعر ہے، یہ جگر کے استاد تھے اور بہت اللہ والے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ حسنِ تعبیر بھی نصیب فرمائے۔ اگر خدا زبانِ تعبیر نہ عطا

کرتا تو مجھے کون پوچھتا، اس لیے میں اللہ کی اس نعمت کے شکر کے لیے اور ان کی محبت کے لیے جاؤں گا۔

گناہوں سے پاک فضا قبولیتِ دعا میں معین ہے

میرا معمول ہے کہ میں جہاز پر بیٹھتے ہی دعا شروع کر دیتا ہوں کیونکہ اس وقت میں زمین و آسمان کے درمیان میں ہوتا ہوں اور زمین و آسمان کے درمیان کوئی گناہ نہیں ہوتا، اس لیے اس مقدس فضا میں اللہ سے کہتا ہوں کہ اے اللہ! اختر اس وقت زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے، اس کی دعا کو قبول کر لیجیے۔ میں آپ سب کو یاد کرتا ہوں، کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑتا اور میرے اس معمول میں شاید ہی ناغہ ہوتا ہو کہ اختؔر اپنے دوستوں کے لیے دعا نہ کرتا ہو، اپنی اولاد و ذریّات، دوست، اقرباء، خون کے رشتے دار اور جو روحانی رشتے ہیں، جو اللہ کے لیے مجھ سے محبت رکھتے ہیں، مختلف زبانوں کے، مختلف شہروں کے اور مختلف خاندانوں کے جو لوگ اللہ کے لیے میرے پاس آتے ہیں سب کے لیے دعا کرتا ہوں اور میں بھی اسی محبت سے ان کو دیکھنے کے لیے بے چین رہتا ہوں۔

ہر عمل میں اتباعِ سنت کا اہتمام کیجئے

ایک بات اور بتا دوں کہ اگر اللہ والا بننا ہے تو ہر عمل میں اتباعِ سنت کا اہتمام کرو، سونا جاگنا، اُٹھنا بیٹھنا، وضو کرنا ہر عمل میں اہتمامِ سنت کی فکر کرو۔ میری ایک کتاب ہے ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری سنتیں'' یہاں اس کتاب میں سے ایک سنت ہر روز سنائی جاتی ہے، نماز، روزہ، شادی بیاہ، ختنہ، عقیقہ، خوشی غمی سب چیز اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو اور جب کبھی سنت کے خلاف کوئی کام ہو جائے تو دوبارہ اس کو تازہ کر لو۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمدؒ صاحب کا اہتمامِ اتباعِ سنت

الٰہ آباد میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے خادم نے سنت کے خلاف کرتہ اتار دیا یعنی بجائے بائیں آستین پہلے نکالنے کے اس نے داہنی آستین نکال لی تو حضرت نے ملازم کو خوب ڈانٹا کہ تم کو اتنا بھی طریقہ نہیں آتا، پھر سے کرتہ پہناؤ اور سنت کے مطابق اتارو۔ خادم اگر سنت کے خلاف موزہ نکال دے تو اسے کہو کہ پھر سے پہنا کر اتارو، پہناتے ہوئے پہلے داہنے پاؤں میں پہناؤ پھر بائیں پاؤں میں اور اتارتے ہوئے بائیں سے پہلے اُتارو پھر دائیں سے۔ اسی طرح اگر کبھی بھول کر بایاں پیر مسجد میں رکھ دیا تو فوراً نکال کر داہنا پیر داخل کرو پھر بایاں پیر داخل کرو، یہ نہیں کہ ارے! اس مرتبہ ہو گیا، آئندہ خیال رکھیں گے۔ آئندہ نہیں فوراً اسے صحیح کریں اور سنت کے خلاف کرنے کے گناہ سے بچیں۔

اصلی مریدی

مریدی کی دو قسمیں ہیں: ایک اصلی، دوسرا نقلی۔ سب گناہوں کو چھوڑ دو، اللہ کو راضی کرو اور شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلو، اس کا نام اصلی مریدی ہے، کیونکہ اس نے اللہ کو اپنی مراد بنالیا اور ہر وقت جائز ناجائز کی فکر رکھتا ہے لیکن اس غم کی برکت سے مولیٰ اسے وہ خوشی عطا فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کو وہ خوشی نصیب نہیں۔ تو اصلی مرید وہ ہے جو گناہ چھوڑ دیتا ہے کیونکہ جب اس نے اللہ کا ارادہ کرلیا تو گناہ غیر اللہ ہے یا نہیں؟ جس نے اللہ کو اپنی مراد بنالیا تو پھر نفس کی خواہشات کو کیوں مراد بنائے گا؟

نقلی مریدی

اور نقلی مریدی کیا ہے؟ نقلی مریدی یہ ہے کہ جمعرات جمعرات کسی

خانقاہ میں جا کر بریانی کھالے اور بوٹیوں پر تھوڑی سی لڑائی بھی کرے کہ میری پلیٹ میں دو بوٹی کیوں آئیں، یہ برابر والا جو مرید ہے اس کو تین بوٹی تم نے کیوں دے دیں، ذرا سی بوٹیوں پر جنگ ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد پیر صاحب بھنگ کا گھونٹا لگوادیں، منہ سے اتنا جھاگ نکلے کہ سب مرید بے ہوش ہوجائیں، کوئی ادھر تڑپ رہا ہے کوئی اُدھر تڑپ رہا ہے، جسے جتنا حال آئے اسے کہیں گے کہ آج کامیاب ہے پھر اس جمعرات کے جانے کے بعد خوب ٹی وی دیکھے، وی سی آر بھی دیکھے، عورتوں کے چکر میں بھی رہے، الفسٹن اسٹریٹ کی بھی سیر کرے، سینما بھی دیکھ رہا ہے، داڑھی بھی نہیں رکھ رہا ہے، بیوی پر ظلم بھی کرتا ہے غرض چھ دن جتنے گناہ ہیں کرتا رہے، پھر ساتویں دن خانقاہ میں آجائے۔ یہ ہے نقلی مریدی۔

گناہوں کی آگ ایمان کے درخت کو جھلسا دیتی ہے

لہٰذا میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس نے اللہ اللہ کیا، ذکر بھی کیا اور وی سی آر ٹیلیویژن یا عورتوں کو بھی دیکھا یا کوئی بھی گناہ کیا تو اس نے اپنے ایمان کے پودے کے پاس آگ لگادی۔ جیسے آپ درخت کے نیچے آگ جلا کر سینک لیں تو آگ کے قریب جتنے پتے ہیں سب سوکھ جائیں گے یا نہیں؟ اور کئی مہینوں اور سالوں تک سوکھے رہیں گے، کتنا ہی کھاد، پانی دیں مگر ہریالی بہت دن کے بعد آئے گی۔ تو میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو بدنظری کرلیتا ہے، گناہ کرلیتا ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے اس نے اپنے ایمان کے درخت کے پاس آگ لگادی تو اس ایمان کے درخت کے پتوں کا کیا حال ہوگا؟ جو لوگ گاؤں میں رہتے ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ جس درخت کے نیچے آگ جلاتے ہیں وہاں قریب قریب کی گھاس اور قریب قریب کے پودے سوکھ جاتے ہیں یا نہیں؟ یا اگر

اچانک درختوں کے پاس آگ لگ جائے تو بھی پتے ایسے ختم ہوجاتے ہیں کہ سالوں محنت کروتب چھوٹی چھوٹی کونپلیں نکلتی ہیں، کئی سال میں پہلے والی ہریالی آتی ہے۔ جولوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں تو سمجھ لیں کہ وہ اپنے دین کے پودے کو اس طرح برباد کرتے ہیں کہ پھر اس میں سالہا سال بعد رونق اور تازگی آئے گی۔

کبھی کبھار کا گناہ سدابہار نہیں ہونے دیتا

بعض وقت شیطان بے وقوفی میں مبتلا کرتا ہے کہ ارے میاں! ابھی گناہ کا مزہ لے لو پھر چل کر مسجد میں دو رکعات توبہ پڑھ لینا۔ یاد رکھو! معافی ہوجانا اور ہے لیکن ایمان اور اللہ کے تعلق کے درخت کی شادابی اور اس کا ہرا بھرا ہونا اور ہے۔ اس لیے جولوگ یہ کہتے ہیں کہ کبھی کبھار ذرا سا گناہ کر لینے میں، کبھی کبھار کسی حسین کو دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟ وہ یہ سوچ لیں کہ جولوگ کبھی کبھار بھی گناہ کرتے ہیں وہ سدابہار نہیں رہتے، ان کے قلب کی بہار خزاں سے تبدیل ہوجاتی ہے۔

اللہ کی عظمت اور محبت کے حقوق

بس اس لیے اللہ کے غضب کو ایک سانس بھی اپنے اوپر حلال نہ کیجیے۔ یہ اللہ کی عظمت کے حقوق میں سے ہے اور ہم پر واجب ہے، اللہ کی عظمت کا حق یہ ہے کہ ان کی ناراضگی سے کم از کم ایسا ڈرنا چاہیے کہ جتنا گردے کی پتھری سے ڈرتے ہو۔ اگر ڈاکٹر کہہ دے کہ تم کو کینسر ہوگیا ہے یا گردے میں پتھری پڑ گئی ہے، گردے خراب ہوگئے ہیں، بس پانچ چھ دن میں مر جاؤ گے، تو کتنا رو رو کر دعا مانگو گے، ہر ایک سے دعا کرواؤ گے، سجدے میں رو رو کر دعا کرو گے کہ اللہ میاں! میری بیماری دور کر دیجیے چونکہ جسم پر یقین ہے کہ گردے خراب ہو رہے ہیں، موت آجائے گی۔ یہ حیاتِ جسمانی کا حریص ہے، اس لیے رو رو کر سب سے دعا کروا رہا ہے کہ دعا کرو کہ میرے گردے کی پتھری، میرا بلڈ کینسر اچھا

ہو جائے لیکن کیا وجہ ہے کہ یہ بدنظری کی بیماری پر اتنا نہیں روتا، کبر کی بیماری پر اور ٹیڈیوں کو دیکھنے کی بیماری پر اتنا نہیں روتا؟ معلوم ہوا کہ اللہ کے غضب اور اللہ کی ناراضگی کے اعمال سے بچنے کی اہمیت اس کے قلب میں نہیں ہے۔ یہ ظالم ابھی یقین اور ایمان کی نعمت سے دور ہے۔ اور اللہ کی محبت کا حق یہ ہے کہ اس کے احکام کو بجالائیں مثلاً وقت پر زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا وغیرہ یہ اللہ کی محبت کے حقوق ہیں۔

رمضان المبارک میں جان لڑا کر گناہوں سے بچیں

ایک مہینہ بعد رمضان شریف آرہا ہے لہٰذا ایک مہینہ پہلے ہی ارادہ کرلیں کہ پورے رمضان ایک گناہ نہیں کرنا ہے، پھر ایک ہی مہینے میں دیکھو گے کہ روح کہاں سے کہاں پہنچتی ہے، کتنی ترقی ہوتی ہے، خدا سے تعلق کتنا قوی ہوتا ہے اور اگر گناہ سے نہیں بچیں گے تو چاہے بیس بیس سال خانقاہوں میں رہیں اللہ نہیں ملے گا۔ بعض لوگ ساری زندگی خانقاہوں میں رہے، مگر گناہ سے نہ بچنے کی وجہ سے وہ کولہو کے بیل کی طرح رہے، جہاں تھے وہیں رہے، جب ذرا سا ہرے بھرے ہوئے تو پھر کسی گناہ سے آگ لگالی، پھر توبہ سے ہرے بھرے ہوئے، سال دو سال میں پھر گناہ سے آگ لگالی تو ساری زندگی اپنے آپ کو جھلساتے رہے، زندگی کو ضائع کرتے رہے۔

تھانہ بھون کی پیری مریدی چوبیس گھنٹے کی فکر ہے

اس لیے ہمارے شیخ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہماری فقیری جو ہے وہ ساری زندگی کا غم ہے، اللہ کی محبت کا غم، جائز و ناجائز کا غم، تھانہ بھون کی جو پیری مریدی ہے وہ تمام عمر اور ہر سانس جائز و ناجائز کا غم اٹھانا ہے۔ یہ آٹھویں دن کی حاضری نہیں ہے، چوبیس گھنٹے کی فکر ہے کہ ہم سے کوئی گناہ نہ ہو جائے، کوئی عمل سنت کے خلاف نہ ہو جائے، کوئی

عمل شریعت کے خلاف نہ ہوجائے۔

نفس اَمّارہ بالسُّوء کا علاج

اور اگر کبھی کوئی گناہ ہوجائے تو شیخ سے مشورہ کرو کہ اس کی کیا تلافی ہے۔ کسی سے بہت بڑا گناہ ہوجائے، تو کم سے کم سو روپیہ صدقہ کرے اور سو رکعات قسط وار نفل بھی پڑھے جیسے دس رکعات روزانہ پڑھے تو سو رکعات پانچ دن میں ادا ہوجائیں گی۔ اتنا نفس کو سزا دو کہ نفس ظالم بھی یاد کرے کہ بڑے زبردست مُلّا سے پالا پڑا ہے، چھوڑے گا نہیں، مار مار کر ہم کو بھالو بنا دے گا۔ اگر آپ نے نفس کو سزا نہیں دی تو نفس یہ سمجھے گا کہ یہ تو ذرا سا رو لیتا ہے، آنسو تو مفت کے ہیں سجدے میں جا کر رو لے گا، رو رُلا کر اس کے بعد پھر وہی کام کرے گا۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ خالی رونا کافی نہیں ہے، استغفار و توبہ کی قبولیت تو ہے لیکن نفسِ امّارہ کا علاج یہی ہے کہ اس کو سزا بھی دو، کم سے کم سو رکعات نفل پڑھو، روزانہ دس بیس رکعات اور طاقت ہو تو پچاس رکعات پڑھو اور سو روپیہ خیرات بھی کردو۔

جرمانہ شیخ کے ہاتھ سے خیرات کرائیں

اور جرمانہ شیخ کے ہاتھ سے خیرات کراؤ، خود ہی خیرات نہ کرو۔ ہمارے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب جرمانہ ہردوئی منگواتے ہیں اور طلبہ پر یا کسی اور نیک کام میں خرچ کردیتے ہیں، بہرحال اپنے ہاتھ سے مت خرچ کرو، ہوسکتا ہے اپنے ہاتھ سے کسی نامناسب جگہ خرچ کردو کہ جن سے احتیاط کرنی تھی انہی کو جا کر دے دیا۔ جیسے حکیم الامت ایک وعظ میں فرماتے ہیں ؎

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطّار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ جرمانہ کی رقم اپنے شیخ کے پاس جمع کرو، وہ خرچ کرے گا یا پھر کوئی کتاب خرید کر تقسیم کرو۔ سو روپے میں ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنتیں'' خرید لو اور خود مت بانٹو، یہاں مسجد کے منبر پر رکھ دو کہ جو چاہے لے جائے، کسی کو اپنے ہاتھ سے مت دو۔ مرنے سے پہلے پہلے ان باتوں کا اہتمام کر لو تاکہ گناہوں کی نجاست سے پاک ہو کر اس دنیا سے جاؤ۔ میرا ایک شعر ہے ؎

قضا کے بعد ہوئی سرد نفس کی دنیا
نہ حسن و عشق کے جھگڑے نہ مال و دولت کے

بولیے! موت آنے کے بعد مردہ کسی ٹیڈی یا اَمرد کو دیکھ سکتا ہے؟ مال و دولت کی باتیں سن سکتا ہے؟ بس اس لیے ہوشیار ہو جاؤ ؎

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

غیر اللہ کی یاد میں رونا نامبارک ہے

اس لیے مبارک ہے وہ بندہ جو خدا کی یاد میں روئے اور بہت ہی نامبارک ہے وہ جو غیر اللہ کے لیے روئے لیکن ماں باپ، بال بچے غیر اللہ نہیں ہیں۔ غیر اللہ وہ ہے جس سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ کسی کو اپنے بچے یاد آئیں، اپنی بیوی یاد آئے، حلال کاروبار یاد آئے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں! کسی کو ٹیڈیاں یاد آئیں، غیر اللہ یاد آئے غرض ہر نافرمانی کی جو یادیں ہیں وہ بہت خطرناک ہیں۔ لیکن اگر گناہ کا تقاضا پیدا ہوا اور غیر اللہ یاد آئے اس وقت اس تقاضے کو دبا کر مجاہدہ اختیار کرنا سُبُلَنَا کی بشارت ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا ...... الخ کی تفسیر

جو لوگ اللہ کے راستے میں گناہ سے بچنے کا غم اٹھاتے ہیں دور دور

سے مشقت اُٹھا کر دین کی مجلس میں آتے ہیں تو ان کے لیے لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا کی بشارت ہے کیونکہ وہ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْفِیْنَا کر کے آتے ہیں، اَلَّذِیْنَ اسم موصول یہاں شرط ہے اور لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اس کی جزا ہے، اور فِیْنَا کی چار تفسیریں ہیں:

(۱)...... اَیْ فِی ابْتِغَآءِ مَرْضَاتِنَا جو ہماری رضا تلاش کرتے ہیں۔

(۲)...... فِیْ نُصْرَۃِ دِیْنِنَا جو دین کی نصرت اور مدد کے لیے مشقت اُٹھاتے ہیں۔

(۳)...... فِی امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا جو اللہ تعالیٰ کے اوامر یعنی احکام کو بجالاتے ہیں۔

(۴)...... فِی الْاِنْتِھَآءِ عَنْ مَّنَاھِیْنَا اور نافرمانی سے بچتے ہیں۔

(تفسیرِ مظہری، سورۃ العنکبوت، آیت:۶۹)

ہر بیماری سے شفا کے لئے ایک مجرب عمل

آخر میں آپ کو تمام جسمانی بیماریوں سے شفا کے لئے ایک مجرب عمل بتاتا ہوں:

(۱) سورۂ فاتحہ ۱۱ رمرتبہ، (۲) پھر یَا سَلَامُ ۱۴۲ رمرتبہ، (۳) پھر سورۂ فلق ۳ رمرتبہ، (۴) پھر سورۂ ناس ۳ رمرتبہ، اور اوّل و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں، ان شاء اللہ معمولی دوا سے شفا ہو جائے گی۔

شفا دوا سے نہیں، حکم خدا سے ہوتی ہے

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے ایک خاص مرید کو جو کہ کروڑ پتی تھے گٹھیا کی بیماری ہوگئی، وہ علاج کے لیے امریکا گئے اور مفتی شفیع صاحب کو بھی یہی بیماری ہوگئی، انہوں نے یہاں ایک دواخانے سے علاج کرایا، بارہ آنے کی دوا تھی۔ پھر انہوں نے مجھ سے مجمع میں فرمایا کہ میں بارہ

آنے روز کی دوا سے ایک دم اچھا ہو گیا اور اس سیٹھ دوست کے یہاں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا کیونکہ وہ نیچے نہیں اُتر سکتے تھے۔ تو اس نے دیکھ کر کہا کہ ارے مفتی صاحب! آپ تو بالکل اچھے ہو گئے، سیڑھی پر کیسے چڑھ گئے؟ تو میں نے کہا کہ بارہ آنے کی دوا روزانہ کھاتا تھا، اللہ نے شفا دے دی۔ تو اس نے کہا کہ میں امریکہ میں بارہ لاکھ لگا کر آیا ہوں، آپ بارہ آنے کی دوا سے اچھے ہو گئے۔ تو فرمایا کہ دوا شفا نہیں دیتی، شفا خدا دیتا ہے، دوا تو ایک بہانہ، ایک ذریعہ ہے، محض ایک سبب ہے، بس اوپر والے سے رابطہ رکھو، زمین والوں کو آسمان والے سے رابطہ رکھنا چاہیے، زمین والوں کو اگر خیریت سے رہنا ہے تو آسمان والے کو خوش رکھنا چاہیے۔

اچھا اب دعا کریں کہ میرا سفر خیریت سے ہو جائے اور میں پھر آپ لوگوں کی خدمت میں پندرہ رمضان تک آجاؤں۔ اس مسجد میں اعتکاف والوں کے ساتھ بھی مجھے یہاں رہنا ہے کیونکہ کبھی کبھی کچھ نہ کچھ گذارشات بھی کرنی ہوتی ہیں۔ اور رمضان میں بھی اسی وقت پر بیان ہو گا ان شاء اللہ۔ پہلے میں رمضان میں تقریر نہیں کرتا تھا مگر بنگلہ دیش نے مجھے سخت جان بنا دیا، کیونکہ وہاں کچھ نہ کچھ بولنا پڑتا تھا، جس سے میرا یہ خوف نکل گیا کہ روزے میں کیسے بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت عطا فرمائے اور ہماری اولاد کو، دوستوں کو، رشتے داروں کو، سب کو اللہ اپنی نسبتِ خاصہ سے نوازش فرمائے، ہمارے پوتوں کو، نواسوں کو بھی اللہ صاحبِ نسبت بنائے، مجھ کو، میری اولاد کو، میری ذرّیات کو، میرے گھر والوں کو، آپ کو، آپ کے سب گھر والوں کو اللہ اولیائے صدیقین میں شامل فرمائے اور جذب فرما کر اپنا بنالے، اللہ ہمارے سب گناہوں کو ہم سے چھڑا دے، جتنی نافرمانی اور گناہوں کی گندگیوں میں ہمارے

نفوس ملوث ہیں اللہ ہمیں ان سب سے پاک کردے، ہر گناہ سے طبعی نفرت عطا فرمادے، جیسے کسی کو پیشاب پاخانے سے نفرت ہوتی ہے، اللہ ہمیں اپنی نافرمانی اور غضب کے اعمال سے سخت نفرت عطا فرمادے، ان کی گندگی کو ہمارے دلوں میں منکشف فرمادے، خوشبو کا عادی کردے اور گٹر لائنوں اور بدبودار مقامات سے اور تمام بُرائیوں سے ہمیں متنفر کردے اور جو خواتین آتی ہیں اللہ ان کی بھی تمام حاجتیں پوری فرمائے، ہماری، آپ کی سب حاجتیں اللہ پوری فرمائے اور جو اپنی بیٹیوں کے رشتوں کے لیے پریشان ہیں اللہ ان کو اچھا رشتہ عطا فرمادے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی فلاح عطا کردے اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کی سازشوں کو اللہ نامراد، خائب وخاسر کردے اور اے اللہ! اے خیر الماکرین! آپ دُشمنانِ اسلام کے مکر کے ٹاٹ میں آگ لگا دیجیے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

آتشے داند زدن اندر پلاس

اے خدا! تو دُشمنانِ اسلام کے ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتا ہے۔ خدا کی بڑی طاقت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانانِ عالم کو عافیت دارین نصیب فرمائے۔ جن کو غصے کی بیماری ہے، اللہ تعالیٰ ان کو غصے سے ہمیشہ کے لیے نجات عطا فرمادے اور جائز موقع پر حلیم الطبع بنادے، اللہ ہم سب کو کریم بنادے، مخلوق پر سراپا رحمت بنادے اور جن کو شہوت کی بیماری ہے اللہ ان کی نارِ شہوت کو نورِ تقویٰ سے بجھادے۔ جائز خواہشات تو رہیں مگر ناجائز سے ہم کو بچالے، آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ،

بِحَقِّ ’’اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ‘‘

(سنن ابی داؤد، کتابُ الوتر، باب الدعاء)

آخر میں جو میں نے پڑھا یہ اسمِ اعظم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی ہے کہ خدا کی قسم! یہ اسمِ اعظم پڑھ کر جو دعا مانگے گا اللہ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ میں نے اس لیے آخر میں وہ اسمِ اعظم پڑھ دیا۔ اس کو تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے بھی لکھا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

تیرے دیوانوں کے دل میں عشقِ مولیٰ چاہیے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا
شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

قیس کو لیلیٰ اگر وامق کو عذرا چاہیے
تیرے دیوانوں کے دل میں عشقِ مولیٰ چاہیے

میرے سر کو اے خدا تیرا ہی سودا چاہیے
نغمۂ گلشن تو ہو پر آہِ صحرا چاہیے

عشق کہتا ہے کہ میرے سر کو سنگِ در ملے
عقل کہتی ہے کہ مجھ کو فکرِ فردا چاہیے

ڈھونڈتا ہوں ہر زمیں پر اہلِ دردِ دل کو میں
مجھ کو تیرے عاشقوں کے چند اسما چاہیے

دین کی خدمت سکونِ قلب سے کرتا رہوں
اس کی خاطر مجھ کو یارب حفظِ اعدا چاہیے

یاد تیری ہر نفس غالب رہے دل پر مرے
یہ شرف اخترؔ کو بھی امروز و فردا چاہیے